کے عجیب و غریب اور خلاف عقل عقائد کی وضاحت کی، فاضل مترجم نے اپنے گرانقدر مقدمہ میں امام صاحب کے فلسفہ کی خصوصیات کے علاوہ اس فرقہ کے حالات اور افکارِ خصوصی کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی دکھایا ہے۔ کہ اس طائفہ کے افکار نے عجائب و نوادر کی کن کن صورتوں کو اختیار کیا۔

ہمیں یقین ہے کہ یہ ترجمہ اور مقدمہ علمی حلقوں میں بڑے شوق سے پڑھا جائے گا اور وہی مقام حاصل کرے گا جس کا وہ مستحق ہے۔

بحضور سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) نتیجہ افکارِ گہربار، جناب اثر صہبائی ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ لاہور سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۲۵۶، شائع کردہ انجمن حمایت اسلام لاہور، قیمت [illegible]

جناب اثر صہبائی سے ذاتی رسم و راہ کا آغاز ۱۹۲۸ء میں ہوا۔ جب کہ میں مرے کالج سیالکوٹ میں لیکچرار تھا۔ ملاقات کی تقریب یہ ہوئی کہ میں ان کے مکان سے بالکل قریب رہتا تھا۔ ان کے والد محترم مولانا احمد دین صاحب مرحوم سیالکوٹ کے مشہور علماء اور صلحاء میں سے تھے میں جس طرح اب بھی طالب علم ہوں، اُس وقت بھی طالب علم تھا۔ اس لئے اِن کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعا بیان کیا۔ اُنہوں نے بڑی بزرگانہ شفقت کے ساتھ مجھے دینی علوم کا درس دینا شروع کیا اور انہی کے واسطہ سے مولانا ابراھیم سیالکوٹی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن حکیم کی تفسیر پڑھنی شروع کی۔ مولانا احمد دین صاحب مرحوم مجھے بیٹا کہہ کر پکارا کرتے تھے اور اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جب میں حسب معمول بعد مغرب حاضر ہوا۔ تو مجھے اوپر بلا لیا۔ طبیعت علیل تھی۔ فرمایا میں نیچے نہیں اتر سکتا۔ لیکن اس خیال سے کہ تمہارا حدیث کا سبق ناغہ نہو، میں اسی حالت میں تمہیں پڑھاؤنگا۔ یہ باتیں میں نے اس لئے لکھی ہیں کہ ناظرین کو یہ اندازہ ہو سکے کہ اثر صہبائی نے کس ماحول میں پرورش پائی اور فلسفہ میں ایم اے کرنے اور اس کے بعد وکالت کرنے کے باوجود . . . . . . ان کے اندر یہ عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جذبہ کیسے پیدا ہوا۔

رفتہ رفتہ اثر صہبائی سے بھی دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے۔ اور مجھے اب تک یاد ہے کہ مئی اور جون ۱۹۲۹ء میں ہم دونوں دو بجے سے چار بجے تک خلوت میں شاعری کی دیوی کی پوجا کرتے رہتے تھے۔ اِن ملاقاتوں میں ان کے مداحوں کے زمرے میں شامل ہوگیا۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک میں برابر ان کے کلام سے ذہنی مسرت اور روحانی غذا حاصل کرتا رہا ہوں مجھے ان کی شاعری اس قدر پسند ہے کہ جس وقت فرصت ملی ان کے کلام پر مبسوط تبصرہ لکھ کر ان کی خدمت میں خراج تحسین پیش کرونگا۔

۱۹۵۴ء میں ان کے کلام کا مجموعہ "بامِ رفعت" کے نام سے شائع ہوا۔ اس کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ انجام کار وہ بھی اسی مقام پر پہونچ گئے جہاں شیخ اکبرؒ اور مرشد رومیؒ سے لے کر اکبرؔ اور اقبال تک تمام ارباب نظر پہونچے ہیں۔ یعنی لا مقصود الا اللہ۔ لا فاعل فی الحقیقۃ الا اللہ۔ لا موجود فی الحقیقۃ الا اللہ۔

چند اشعار ہدیۂ اولی الالباب کئے جاتے ہیں:

وہ دل کہ زخم محبت سے آشنا نہ ہوا، وجود اس کا عدم ہے ہوا ہوا نہ ہوا
خدا کو ڈھونڈنے والے خدا کو دل ہی میں ڈھونڈ جو خود نگر نہ ہوا، مرد با خدا نہ ہوا

جب آئینہ دل کا روبرو ہوتا ہے جلوہ تیرا ہی ہو بہو ہوتا ہے،
یوں غرق مئے جمال ہو جاتا ہوں میں ہوتا کہاں ہوں تو ہی تو ہوتا ہے

سرگشتہ و بیقرار و حیران ہوئے فرقت میں تری بہت پریشان ہوئے
جب تجھ سے جدا نہ تھے تو تھے ہم بھی خدا جب تجھ سے جدا ہوئے تو انسان ہوئے

اس شراب کو دو آتشہ بنانے کے لئے اقبال کا ایک شعر پیش کرتا ہوں،

بغیرت آرمیدم، تو بجوش خود نمائی
بکنارہ بر فگندی دُرِ آبدار خود را (زبور عجم)

گر اصل سے اپنی آشنا ہو جائے یہ مشت غبار کیا سے کیا ہو جائے
ہے بے خبری میں بھی یہ مسجودِ ملک ہو جائے جو با خبر خدا ہو جائے

جب تیرے سوا کوئی نہیں کون و مکاں میں
یارب! حرم و دیر میں یہ تفرقہ کیا ہے

اسی مضمون کو ایک فارسی شعر میں یوں ادا کیا گیا ہے

در حیرتم کہ دشمنیٔ کفر و دیں چرا است
از یک چراغ کعبہ و بت خانہ روشن است

صبا میں مستیاں اسی کی، اسی کی پھولوں میں رنگ و بو ہے
وہی تو ہے روبرو تمہارے آخر تمہیں کس کی جستجو ہے
زمیں پہ ہے رنگ لالہ و گل، فلک پہ ہے نور ماہ و انجم
ریاض ہستی میں جلوہ آرا جمال تیرا ہی چار سو ہے،

کہیں تھا پردۂ کعبہ کہیں تھا پردۂ دیر ہر ایک پردے میں آخر وہی چھپا نکلا

ہر ایک ذرہ تھا نا آشنا و بیگانہ نگاہ شوق سے دیکھا تو آشنا نکلا

تو میکدہ میں جام، صنم تکدے میں تھا
گویا تو ساتھ رہا جہاں ہم گئے

یہ بُت کہ تیرے خُدا ہیں، میں ہوں خدا ان کا
اور اس خدائی پہ بھی بندۂ خدا ہوں میں !

اس کی تلاش میں آثر آپ کو کھو رہا ہوں میں
آہ عجیب چیز ہے لذت جستجوئے دوست

انجم و مہر و ماہ میں جلوے دکھا رہا ہے کون جلوے دِکھا دِکھا کے پھر خود کو چھپا رہا ہے کون
رازِ وجود لے آثر آہ کبھی نہ کھل سکا کس میں سما رہا ہوں میں مجھ میں سما رہا ہے کون

لگے ہاتھوں ایک شعر اقبال کا بھی سُن لیجئے تاکہ لُطف دوبالا ہو جائے :۔

در خاکدانِ ما گہرِ زندگی گُم است
ایں گوہرے کہ گم شدہ مائیم یا کہ اوست (زبورِ عجم)

آخر میں آثر کا ایک شعر اور درج کرتا ہوں، جس میں انہوں نے خود ہی اپنی شاعری پر تبصرہ کر دیا ہے،

شاعرِ باطل شکن ہوں شاعرِ حق کوش ہوں
اہلِ حق سے لے اثر دادِ سخن لیتا ہوں میں

کتاب زیرِ نظر میں اثر صہبائی نے نظم کے پردے میں اپنی اس بے پناہ عقیدت اور والہانہ شیفتگی کا اظہار کیا ہے جو انہیں باعثِ تخلیقِ کائنات، فخرِ موجودات، سید ولد آدم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات سے ہے، خوش انصیب اس مُسلمان کے جس کے دل میں عشقِ رسول ؐ کی آگ روشن ہو جائے، اس آگ میں یہ خاصیت ہے کہ ما سوی کی محبت کو یکسر فنا کر کے عاشق کو حیاتِ دوام عطا کر دیتی ہے،

جب میں نے اس گلدستۂ نعت سے مشامِ جان کو معطر کیا۔ تو مجھے سب سے بڑی خوشی اس بات سے ہوئی کہ

اب میرا دوست، کانٹ، ہیگل اور برگساں کی صف سے نکل کر شیخ اکبرؒ، مرشدِ رومیؒ اور عارف جامیؒ کے زمرے میں شامل ہوگیا۔ وہ خود کہتے ہیں،

آخر آخر تیرے در پہ آگیا
کس قدر روشن مرا انجام ہے

نعت گوئی کا صلہ، اصلی اور حقیقی صلہ تو آخرت ہی میں ملے گا۔ مگر عاشق صادق تو دنیا میں بھی محروم نہیں رہتا چنانچہ ۱۷ مئی ۱۹۵۵ء کو بمقام مری اثر صہبائی کو خواب میں سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگئی۔ اور اس کی بدولت شرابِ عشق دو آتشہ ہوگئی۔ میری دعا ہے کہ یہ مستی بڑھتی ہی چلی جائے

کلام کی خوبیوں کے لئے صرف اثر صہبائی کا نام کافی ہے۔ میں اپنی مسرت میں اضافہ کے لئے بطور قندِ مکرر چند وہ اشعار ذیل میں درج کرتا ہوں۔ جو مجھے خاص طور سے پسند آئے،

رضائے محمدؐ رضائے الٰہی
رضائے الٰہی رضائے محمدؐ

ہر ذرہ ہے خورشید بکف خاک بآغوش
کونین سے محبوب مجھے کوئے محمدؐ

بس اتنی حقیقت ازل اور ابد کی
وہ صبح محمدؐ یہ شام محمدؐ

حق نے دیکھا تھا ایک خواب حسیں
توؐ اسی خواب کی حسیں تعبیر

ابوبکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
سپہر نبوت کے روشن ستارے

اب سراپا منتظر ہے میرا وجود
پڑ گئی تجھ پہ اک نظر ناگاہ

جو تیری یاد میں رقصاں رہا وہی شاداں
جو تیرے نام پہ قرباں ہوا وہی نامی

کائنات ایک آئینہ حسیں میں
جلوہ آرا ہوئی تری تصویر !!

محمدؐ شناسائے رازِ خدا ہے
خدا محرم رازدانِ محمدؐ

وہی جاوداں ہیں وہی شادماں ہیں
تری یاد میں جو کبھی لمحے گذارے

ایک تیرا ہی ذکر ہے جس سے
دل کو ہوتی نہیں کبھی سیری

تیری ہستی بے مثال و بے عدیل
تیری عظمت لازوال و لاجواب

تیرا خلق عظیم "لا تثریب"
تیرا عزم صمیم "لا تحزن"

ہوگئی ظلمتِ فنا کافور
آفتابِ حیات تیری نمود

دشت و دریا میں کوہ و صحرا میں
گونج اٹھا نعرۂ ھوالموجود

جلوۂ حق کو آشکارا کیا
توڑ ڈالا طلسمِ بود و نبود

تجھ سے نسبت خدا سے نسبت ہے — حق کو محبوب جس کو تو محبوب
جمال محمدؐ کا اندازہ کیا ہو — دو عالم فقط عکسِ خالِ محمدؐ
محمدؐ کا ثانی ہوا ہے نہ ہو گا، — ہوئی ہے نہ ہو گی مثالِ محمدؐ
وجودِ محمدؐ کمالِ خدا ہے — عروجِ دو عالم، کمالِ محمدؐ

ہے رضائے مصطفٰےؐ، حق کی رضا — ہے رضائے حق، رضائے مصطفٰےؐ

کھلا بخت صلِ علیٰ کہتے کہتے — خدا مل گیا مصطفٰےؐ کہتے کہتے
محمدؐ کا رتبہ بیاں کر رہا تھا — زباں رک گئی ہے خدا کہتے کہتے

اے شہِ دوسرا، خدا کے بعد — دو جہاں میں ترے سوا کیا ہے
نور کا ایک بحرِ بے پایاں، — کیا کہوں، ذاتِ مصطفٰےؐ کیا ہے
دل میں وہ، لب پہ وہ، نظر میں وہ، — اے اثرؔ اور چاہتا کیا ہے

آسماں جھک گئے مرے در پر — سر ترے در پہ جھک گیا میرا
گم ہوں عشقِ نبی میں صہبائی — مل گیا مجھ کو مدعا میرا

چشمِ عالم نے تیری صورت میں — جلوۂ حق کو صوفشاں دیکھا

خاک اس تیرہ بخت کے سر پہ — جو محمدؐ کے در کی خاک نہیں

بظاہر کبریا تجھ سے جدا ہے — مگر تجھ سے ظہورِ کبریا ہے
خدا کی شان تجھ میں ہو بہو ہے — خدا پنہاں مگر تو روبرو ہے،

جدا تم سے کہاں حق ہے جدا اس سے کہاں تم ہو — جہاں تم ہو وہاں حق ہے جہاں حق ہے وہاں تم ہو
خدا تو تم نہیں، ہاں پیکرِ نورِ خدا تم ہو — کبھی شمس الضحیٰ تم ہو کبھی بدر الدجیٰ تم ہو،
جدا کیا ہے؟ نہیں معلوم تم کیا ہو، خدا جانے — خدا سے آشنا تم سے خدا سے آشنا تم ہو

جس طرح بعض لوگ ان فانی انسانوں کو جنہیں وہ اپنے عقیدے کی رو سے خدا کا اوتار سمجھتے ہیں، جواہرات میں تول کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، تو میں بھی اگر اللہ تعالیٰ مجھے مادی دولت عطا فرمائے، اثرؔ صہبائی کا منہ موتیوں سے بھر دونگا۔ فی الحال ان کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے عشقِ رسولؐ کی تمام منازل طے کرا دے۔ جو مسلمان اثرؔ صہبائی کا یہ گلدستۂ نعت ۸؍ میں خریدیگا وہ کتاب ختم کرنے کے بعد بے اختیار کہہ اٹھے گا کہ اتنی قیمتی کتاب اور اتنی سستی،

عید قرباں کے موقعہ پر --- ماہنامہ تعمیر انسانیت لاہور کا - چھٹا سالنامہ
جس کی ترتیب میں پاک و ہند کے ممتاز اہل قلم کی نگارشات پیش کی جا رہی ہیں، لکھنے والے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم، مولانا ظفر علی مرحوم، سید حامد اللہ ندوی، مولانا خدا بخش اظہر، مولانا ابوالقاسم دلاوری مرحوم، ماہر القادری، اسعد گیلانی، نعیم صدیقی، شبنم سبحانی، انور صدیقی، شفقت کاظمی — جمیل احمد ہلے، کبیر احمد جائسی، رشید کوثر فاروقی اور کئی دوسرے، جون ۱۹۶۰ء کے پہلے ہفتہ میں یہ حسین و جمیل نمبر منظر عام پر آ رہا ہے — دلکش رنگین سرورق، ضخامت ۱۶۰ صفحات قیمت ۲؍ اور ۵ روپے منی آرڈر آنے پر اس پرچہ سے خریداری قبول کرنے والوں کو یہ نمبر مفت دیا جائے گا
ایجنٹ حضرات اپنی مطلوبہ تعداد سے مطلع فرمادیں، مینیجر ماہنامہ تعمیر انسانیت - موچی دروازہ — لاہور،